اردو (لازمی)	انٹر (پارٹ-II)	پرچہ II: (انشائیہ طرز)
وقت: 2.40 گھنٹے	2016ء (دوسرا گروپ)	کل نمبر: 80

(حصہ اوّل)

سوال 2:-(الف) درجِ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی لکھیے:

(1,1,8)

ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے اِن سب تک محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے کلام اُس کا
بجھاتے ہی رہے پھونکوں سے کافر اس کو رہ رہ کر
مگر نور اپنی ساعت پڑ رہا ہو کر تمام اُس کا

جواب: حوالہ متن:-

نظم کا عنوان:- حمد   شاعر کا نام:- مولانا ظفر علی خاں

تشریح:-

ان اشعار میں شاعر مولانا ظفر علی خاں نے تکمیلِ دین کے بارے میں بات کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے تمام انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور قرآنِ کریم کی شکل میں تمام مذہبی دلائل مکمل کر دیے گئے ہیں۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کی خاطر اللہ رب العزت نے بے شمار نبی اور رسول زمین پر نازل فرمائے۔ ان میں سے بے شمار پر کتب اور صحائف نازل کیے۔ لیکن اللہ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ اور ان پر قرآنِ کریم کو نازل فرما کر دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اب دین کی خاطر مزید کوئی دلیل درکار نہیں۔

شاعر نے اسلام کی جامعیت کی بات کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ کفار نے اسلام کی شمع کو بجھانے کے لیے بہت جدوجہد کی مگر دینِ اسلام کا نور ہر حالت میں چمک کر ہی رہا۔ کفر و جہالت کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے جب نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے دینِ حق کی تبلیغ کا آغاز فرمایا تو کفار نے شدید مزاحمت کی۔ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمنانِ اسلام نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کیں۔ مگر اسلام کی اس شمع کو بجھانے کی تمام کاوشیں ناکام ہوئیں کیونکہ اللہ کی مدد ساتھ تھی اور اللہ کی نصرت اور فضل و کرم سے دینِ حق کا نور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر رہا۔

(ب) درجِ ذیل اشعار کی تشریح الگ الگ کیجیے اور شاعر کا نام بھی لکھیے: (1,3,3,3)

نہ گیا کوئی عدم کو دلِ شاداں لے کر
یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارماں لے کر
باغ وہ دشتِ جنوں تھا کہ کبھی جس میں سے
لالہ و گل گئے ثابت نہ گریباں لے کر
پردۂ خاک میں سؤ سو رہے جا کر افسوس
پردۂ رخسار پہ کیا کیا مہِ تاباں لے کر

جواب: شاعر کا نام:- شیخ غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر-1

تشریح:-

انسان کی زندگی آرزوؤں اور خواہشوں میں گزرتی ہے۔ ایک آرزو کے بعد کوئی اور آرزو دل میں جنم لے لیتی ہے۔ اس طرح آرزوؤں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ زندگی میں انسان کی بہت سی آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں اور حسرتوں کا روپ دھار لیتی ہیں۔ اس طرح بہت سے ارمان دل میں رہ جاتے ہیں۔ بہادر شاہ ظفر کا شعر ہے:

کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

آدمی جب اس دنیا سے اٹھتا ہے تو کئی ایک ارمان ساتھ لے کر جاتا ہے۔ وہ اس جہانِ فانی سے مغموم جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ کوئی شخص بھی اس دنیا سے خوش نہیں گیا۔ اسے اپنی خواہشوں کے پورا نہ ہونے کا قلق رہا ہے۔

کہتے ہیں اک فریبِ مسلسل ہے زندگی
اس کو بھی وقفِ حسرت و حرماں بنا دیا

شعر نمبر-2

تشریح:-

موسمِ بہار تھا اور باغ میں لالہ و گل بکثرت کھلے ہوئے تھے۔ لالہ و گل سرخ رنگ کے پھول ہیں۔ ان پھولوں کے کھلنے سے پتیاں جدا جدا تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے انھوں نے حالتِ دیوانگی میں اپنے

گریبان تار تار کیے ہوئے ہیں۔ یہ پھول کیا ہی دیوانے ہیں جو شدتِ جنوں میں اپنا گریبان سالم نہیں رکھ سکے اور انھوں نے اس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ باغ کی اس صورتِ حال کو دیکھ کر شاعر کو دشتِ جنوں کا سماں یاد آتا ہے۔

؎ کس قدر جوشِ بہارِ گل ہے
دشتِ وحشت کی فضا یاد آئی

شاعر کو جنگل میں دیوانوں کی صحرا نوری یاد آتی ہے۔ دیوانے جب جنگل کی خاک چھانتے ہیں تو ان کا ہاتھ گریبان پر پڑتا ہے تو گریبان تار تار ہو جاتا ہے۔ اپنے ناخنوں سے سر کو زخمی کر لیتے ہیں اور بدن خون سے رنگین ہو جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے لالہ و گل بھی کسی کے عشق میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں اور انھوں نے جنون کی شدت میں اپنے گریبان پھاڑ لیے ہیں اور اپنے آپ کو لہولہان کر لیا ہے۔

شعر نمبر-3

تشریح:-

انسانی زندگی عارضی ہے۔ ہر ایک نے ایک دن اس جہانِ فانی سے کوچ کرنا ہے۔ جب موت کا بلاوا آ پہنچتا ہے تو پھر ایک لمحے کے لیے بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ دن رات لوگ اس دنیا سے آخرت کی طرف اٹھتے جا رہے ہیں۔ شاعر حسین و جمیل لوگوں کے آخرت کی طرف رحلت کرنے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ وہ لوگ جو چاند جیسے مکھڑوں والے تھے، جن سے اس دنیا کی خوبصورتی قائم ہوتی ہے، جن کی وجہ سے اس دنیا میں کشش ہوتی ہے جو اس دھرتی کا مان ہوتے ہیں وہ بھی آخرت کو سدھار جاتے ہیں۔ شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ پری پیکر اور پری چہرہ لوگوں کا اٹھ جانا اور خاک کے پردے میں چھپ جانا بڑا دلدوز منظر ہوتا ہے۔ کہاں چمکتے دمکتے چہرے اور کہاں منوں مٹی کے اندر سما جانا۔ میر تقی میر کا شعر ہے:

؎ ملا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں
نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا

غالب کا یہ شعر کیا خوب ہے:

؎ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(حصہ دوم)

سوال: 3- سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جز کی تشریح کیجیے۔ نیز سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیے: (1,1,3,10)

(الف) سپر مارکیٹ امریکن سرمایہ داری کا مکمل مظاہرہ اور امریکن طرزِ حیات کا بنیادی قلعہ اور اس کی لامحدود افراط کا ذخار ہے۔ جب سے یہ بروئے زمین برسرِ پیکار ہوا، ننھی ننھی دکانیں اور چھوٹے چھوٹے بساطی پنساری دیوالیہ ہوگئے۔ یہ سپر مارکیٹ دس بازاروں کا مہاگرو ہے۔ ساری انار کلی اور مال روڈ کی دکانوں کا سامان اس کی ایک لپیٹ میں سما جائے۔ آپ جب داخل ہوں تو فوراً چار پہیوں والی ٹرالی ساتھ لے لیں کہ ہفتے دو ہفتے کا راشن اس میں ڈالتی جائیں اور جب خود چلتے چلتے تھک جائیں تو اس میں بیٹھ جائیں اور کسی اور سے کہیں کہ آپ کو کھینچے۔

حل: حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: ہوائی مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین

سیاق وسباق:

ہوائی کے اپنے سفر کے بارے میں بیگم اختر ریاض الدین بتاتی ہیں کہ میرے میاں ایک کورس میں شرکت کے لیے دو تین ماہ پہلے ہوائی جا چکے تھے۔ مجھے بھی ان کے پاس جانا تھا۔ اس لیے میں نے گھر کا تمام سامان گیراج میں بند کیا اور اپنی چھوٹی بیٹی کے ہمراہ کراچی کے لیے روانہ ہوگئی۔ یہاں سے کلکتہ، ہانگ کانگ اور ٹوکیو ہوتے ہوئے ہم ہوائی کے دارالحکومت ہونولولو کے ایئر پورٹ پر پہنچے تو میرے میاں ہمیں لینے کے لیے وہاں موجود نہ تھے۔ بڑی مشکل سے ہمیں ہوائی کے ایسٹ ویسٹ سنٹر ملے، جہاں سے ہم گھر گئے اور اگلے دن ہوائی کی سیر کو نکلے۔ چھوٹے چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہوائی کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فطری حسن سے نواز رکھا ہے۔ یہاں کی یونیورسٹی بھی سمندری علوم کے سلسلے میں دنیا بھر میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہاں پر امریکی حکومت کا قائم کردہ ایسٹ ویسٹ سنٹر بھی ہے جہاں پوری دنیا سے سکالر ایک محدود مدت کے لیے کورس میں شرکت کے لیے آتے ہیں اور آپس میں میل جول کے ذریعے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔

تشریح:

ہوائی بحرالکاہل کے چند جزیروں پر مشتمل ایک خوبصورت اور قابلِ دید ملک ہے جس کا دارالحکومت ہونولولو ہے۔ بیگم اختر ریاض الدین نے اس جزیرے کی سیر و سیاحت کو بڑے دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ تشریح طلب عبارت میں وہ ہوائی کی ایک سپر مارکیٹ کے بارے میں اپنے تاثرات و مشاہدات بتاتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہوائی کی اس سپر مارکیٹ کے وجود سے امریکہ کے ایک سرمایہ دار ملک ہونے کا مکمل اور

بھرپور اظہار ہوتا ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی مضبوط ترین صورت امریکہ میں ہی ہے۔
اسی طرح یہ سپر مارکیٹ امریکیوں کے زندگی گزارنے کے انداز اور طریقوں کا بنیادی قلعہ ہے۔ یعنی امریکیوں کی معاشرت اور رہن سہن کا ڈھانچہ اسی سرمایہ دارانہ نظام پر نہ صرف کھڑا ہے' بلکہ اسی کے سہارے قائم ہے۔ چنانچہ اس نظام کے تحت ہر چیز بڑی افراط اور کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ طرح طرح کی چیزوں کے ذخیرے لوگوں کو خریداری کی دعوت دیتے ہیں اور چونکہ اس نظام میں ہر طرح کی چیزیں ادھار مل جاتی ہیں اور سیل میں کم قیمت پر بھی' اس لیے خریدار بظاہر خوش ہوتا ہے۔ ان سہولتوں کو اپنے لیے فائدہ مند سمجھتا ہے' لیکن دراصل وہ سرمایہ دار کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سپر مارکیٹ امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد بھی ہے اور اس کی نمائندہ بھی۔ سرمایہ دار معاشروں میں جب سے یہ سپر مارکیٹیں بنانے کا رواج ہوا ہے' گلی محلوں اور بازاروں میں چھوٹی چھوٹی چیزیں بیچنے والے دوکاندار اور کریانہ فروشوں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں ختم ہو کر رہ گئیں ہیں۔ یہ سپر مارکیٹ دس بازاروں کا مجموعہ لگتی ہے۔ لاہور کے مشہور بازار انارکلی اور مال روڈ کی ساری دکانوں کا مال اسباب اس کے ایک کونے میں آسکتا ہے۔ یہ مارکیٹ شیطان کی آنت کی طرح اس قدر لمبی چوڑی ہے کہ چلتے چلتے انسان تھک جاتا ہے۔ یہاں چیزوں کی بہتات دیکھ کر انسان ایک لمحے کے لیے ایشیا اور افریقہ کے بعض ممالک کی بھوک اور قحط کو بھول جاتا ہے۔

(ب) وہ جوہر قابل تھے مگر موقعے کی تاک میں تھے۔ حیدرآباد میں ان کی سیاست دانی' تدبر' انتظامی قابلیت کے جوہر کھلے۔ اُن کا ذہن ایسا رسا' ان کی طبیعت ایسی حاضر' اُن کے اوسان ایسے بجا اور معاملات اور واقعات پر ایسا عبور تھا کہ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات کو باتوں باتوں میں سلجھا دیتے تھے۔ وہ اگر ٹرکی یا کسی اور سلطنت کے فارن منسٹر ہوتے تو یقیناً دنیا میں بڑا نام پیدا کرتے' بڑے بڑے مدبّران کا لوہا مان گئے تھے۔

جواب: حوالہ متن:

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک **مصنف کا نام:-** ڈاکٹر مولوی عبدالحق

سیاق وسباق:

نواب محسن الملک کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وجاہت' ذہانت' خوش بیانی اور فیاضی۔ ان کی مثال ایک پارس پتھر کی سی تھی۔ مخالفین بھی اُن کے حسنِ سلوک کے ہمیشہ معترف رہے۔

تشریح:

اس پیرے میں مصنف نے نواب محسن الملک کے کردار و شخصیت کی خوبیاں بیان کی ہیں کہ نواب صاحب اسم با مسمیٰ تھے۔ معاملات کو سلجھانے میں مہارت رکھتے تھے۔ انتظامی قابلیت اور سیاسی تدبران

میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی مسئلے کی گہرائی تک فوراً پہنچ جاتے اور اس کا فوراً حل تلاش کر لیتے تھے۔ وہ اگر ترکی یا کسی اور سلطنت کے وزیر خارجہ ہوتے تو یقیناً دنیا میں بڑا نام پیدا کرتے۔

سوال 4- درجِ ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ تحریر کیجیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے:

(الف) نواب محسن الملک (ب) ہوائی (1,9)

(الف) نواب محسن الملک

جواب: مصنف کا نام:- مولوی عبدالحق

خلاصہ:-

نواب محسن الملک میں ایسی خصوصیات تھیں کہ جو بھی ان سے ملتا انہی کا ہو کر رہ جاتا۔ اُن کا خطاب ان کی شخصیت کے عین مطابق تھا۔ وہ کسی سے ایک بار مل لینے کے بعد کبھی بھولتے نہ تھے۔ حتیٰ کہ اُن کے اخلاق و کردار کا اعتراف ان کے دشمن بھی کرتے تھے۔ دوست تو دوست وہ کبھی دشمنوں سے بھی بگاڑ نہ پیدا کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے کسی کی دل شکنی نہ ہو جائے۔

نواب محسن الملک کے سپرد ریاست کا بجٹ کیا گیا جو انھوں نے نہایت چابکدستی سے تیار کیا۔ علاوہ ازیں بندوبست، فنانس اور مالگزاری کے محکمے بھی ان کی زیرِ نگرانی چلتے رہے۔ وہ ایسے صاف اور بے داغ کردار کے مالک تھے کہ جب حیدر آباد کی ریاست سے رخصت ہوئے تو پوری ریاست میں کہرام مچ گیا۔ انھیں دیکھنے کے لیے ریلوے سٹیشن پر ہزاروں آدمی جمع ہو گئے اور انھیں بہتے آنسوؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اُن کے زمانے میں عوام الناس میں مذہبی جذبہ انتہائی عروج پر تھا۔ مسلمان دولت، اقبال اور عزت و تکریم سب کچھ کھو چکے تھے۔ اب ان کے پاس صرف مذہب بچا تھا، جو انھیں بہت عزیز ہو گیا۔ چنانچہ اس دور میں مذہب پر بہت کچھ لکھا گیا۔

نواب محسن الملک انتہائی خوبصورت تقریر کرتے تھے۔ آواز میں ایسی شیرینی اور دلکشی تھی کہ دشمن بھی مائل ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے بدرالدین طیب جی، جو سرسید تحریک کے سخت مخالف تھے، کے سامنے ایسی پُر اثر تقریر کی کہ وہ آبدیدہ ہو گئے اور اپنی دیرینہ دشمنی کو بھلا دیا۔ چنانچہ علی گڑھ کالج کے لیے ایک خطیر رقم عطیہ میں وصول کر لی۔ بعد ازاں طیب جی کو آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر بنا دیا گیا۔ کسی جلسے میں جب معاملات بگڑنے لگتے تو نواب محسن الملک ایسی فصاحت اور جادو بیانی سے کام لیتے کہ غصے سے بھرے ہوئے چہرے بشاش ہو جاتے اور سنجیدہ چہرے بے اختیار مسکرا دیتے۔

نواب محسن الملک کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ وہ اردو، فارسی اور عربی کتب کا مطالعہ کرتے۔ چونکہ انگریزی نہ

جانتے تھے اس لیے انگریزی کتب کا ترجمہ کروا کر پڑھتے یا سنتے تھے اور ان پر بحث کرتے تھے۔

(ب) ہوائی

 : مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین

خلاصہ:۔

بیگم اختر لکھتی ہیں کہ دنیا کے جو حسین سفر ہمیشہ مجھ پر حاوی رہے ہیں' ان میں ہوائی کا سفر بھی شامل ہے۔ ہوائی بحرالکاہل کے ایک جزیرے پر مشتمل خوبصورت ملک ہے جس کا دارالحکومت ہونولولو ہے۔ ٹوکیو سے ہونولولو تک نیچے بحرالکاہل ہے اور اوپر خدا۔ میرے میاں چونکہ تین مہینے پہلے جا چکے تھے' اس لیے واپسی ناممکن تھی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ گھر سمیٹ کر ایک گیراج میں بند کیا۔ سب سے چھوٹی بیٹی جو فرسٹ ایئر میں پڑھتی تھی' ساتھ ہو لی۔ دو بڑی لڑکیوں کے بی اے کے امتحان تھے' ان کو ڈھائی مہینے بعد آنا تھا' لہٰذا 24 گھنٹے کی گنجائش رکھ کر برطانوی ایئرویز کا ٹکٹ بک کرایا۔

پہلے ہم کلکتہ میں ٹھہرے اور پھر ہانگ کانگ روانہ ہوئے۔ وہاں سے تازہ دم ہو کر ٹوکیو روانہ ہوئے۔ پہلے تو ارادہ کیا کہ میاں کو ہوائی میں ہی رہنے دیں اور ہم ٹوکیو ان کی واپسی کا انتظار کریں۔ لیکن خاک چھاننے کا شوق راستے کے خوف و خطر پر غالب آ گیا اور ٹوکیو میں دو دن بیگم شیخ کی خاطر تواضع کا مزہ لے کر جاپان ایئر لائنز میں بیٹھ گئے۔ اندیشے تو بہت تھے' لیکن خدا کا شکر ہے کہ چھ گھنٹے کا یہ طویل سفر بخیر و خوبی طے ہو گیا۔

رات کو ساڑھے دس بجے ہمارا جہاز ہونولولو میں اترا۔ میاں کو تار دے دیا تھا۔ اُمید تھی کہ میاں ہوائی اڈے پر ہار لے کر پہنچیں گے لیکن حسبِ معمول غائب تھے۔ ہائی رائز ہوسٹل پہنچے تو اونچی اونچی عمارات میں بتیاں جل رہی تھیں اور طلبہ پڑھ رہے تھے لیکن ہمارے میاں وہاں بھی نہ ملے۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ اتنے میں ایک کار لڑکیوں سے لدی پھندی آن پہنچی۔ انجان شکلوں نے میرے گلے میں ہار ڈالے۔ ایک اور کار میں گٹار پر کچھ نوجوان' ہوائی گیت گاتے ہوئے اترے۔ ان کے ساتھ ہی ہمارے میاں مسکراتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ بہرحال ٹیکسی پر بیٹھ کر گھر پہنچے۔

مجھے گھر دیکھنے کا شوق تھا لیکن میاں صاحب ٹالتے رہے کیونکہ گھر کے ہر کونے میں منوں کوڑا اور گرد و غبار تھا۔ میلے کچیلے کپڑے اور بکھری ہوئی چیزیں پڑی تھیں۔ رات کو دو بجے تک اودھم مچتا رہا۔ آخر میں ہم تھکے ہارے سو گئے۔ معلوم نہیں کب اُٹھے۔ میاں دفتر جا چکے تھے۔ زندگی میں پہلی دفعہ ناشتہ خود بنایا تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوا۔ میری بیٹی ناز اور میں نے کمر کس کر سارا دن گھر کی صفائی کی اور لنچ قریبی ہوٹل میں جا کر کھایا۔ شام کو ہم کار میں جزیرے کی سیر کو گئے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ میں نے وجدانی

حسن میں اس طرح ڈوبے ہوئے ساحل بہت کم دیکھے ہیں۔ یہاں کے کوہساروں نے اس جزیرے کے گول چہرے کو نیا انداز بخشا ہے۔ اگلے دن ہم سب نے ہنو مابے پر پکنک منائی۔ یہ جگہ مجھے بہت اچھی لگی۔ یہ ساحل آبی مخلوق کے لیے مشہور تھا۔ ہوائی کی یونیورسٹی دنیا بھر میں سمندری علوم میں مشہور تھی۔

اس شام ہم گھر کا سارا سودا لینے سپر مارکیٹ گئے۔ یہ مارکیٹ امریکی سرمایہ داری کا مکمل مظاہرہ اور امریکی طرزِ حیات کا بنیادی قلعہ تھی۔ ساری انارکلی اور مال روڈ کی دکانوں کا سامان اس کی ایک پلیٹ میں سما جائے۔ میاں نے ہمارے پیچھے کچھ گھر کا سامان مثلاً سیکنڈ ہینڈ کار، ٹی وی، صوفہ، گراموفون، ٹیپ ریکارڈر اور باغ کی ہلکی کرسیاں وغیرہ خرید کر اپنے گھر کو پھٹیچر فرنیچر سے بھر لیا۔ ہم نے جاتے ہی کام بانٹ لیے۔ میں کھانا پکاتی، بیٹی صفائی کرتی اور میاں ڈرائیوری کرتے تھے۔ دو دن کا اکٹھا کھانا پکا کر فریج میں رکھ لیتی اور جگہ جگہ سیر پر خود نکل جاتی تھی۔ ہونولولو کے ہمہ رنگ پہلو دیکھنے کا موقع ملا۔

ہوائی میں امریکہ کی مرکزی حکومت نے ''ایسٹ ویسٹ سنٹر'' کے نام سے ایک عظیم الشان مرکز کھولا ہے۔ جہاں مغرب اور مشرق کے علما مدعو کیے جاتے ہیں جو سینئر سکالرز کہلاتے ہیں۔ ایسٹ ویسٹ سنٹر اور ہوائی کی یونیورسٹی میں یوں تو ارضی قربت ہے، لیکن ازلی رقابت بھی ہے۔ امریکہ کے بہترین پروفیسر اور اعلیٰ ذہین سردی اور گرمی میں لیکچر کے لیے بلائے جاتے ہیں۔ طرح طرح کی نمائشیں، فلمیں لگتی ہیں اور جشن منائے جاتے ہیں۔ اس مرکز کا ایک جاپانی باغ قابلِ دید ہے۔ علاوہ ازیں یونیورسٹی کا میلوں میں پھیلا ہوا احاطہ بھی ایک دیدہ زیب سبزہ زار ہے، لیکن ان سب سے بڑھ کر دل پذیر عنصر بین الاقوامی طلبہ کا ربط ضبط ہے۔

 :5- نصاب میں شامل مجید امجد کی نظم ''ایک کوہستانی سفر کے دوران میں'' کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ (5)

جواب :

ایک کوہستانی سفر کے دوران میں

خلاصہ:

پہاڑ کی بلندی پر ایک تنگ راستہ بل کھاتا ہوا جا رہا ہے۔ جس کے دونوں طرف گہرے غار ہیں۔ آگے ڈھلوانوں کے پار ایک خطرناک موڑ ہے، لیکن وہاں ایک فرشتہ صفت درخت کی شاخیں اس طرح جھکی ہوئی ہیں کہ مسافر انھیں پکڑ کر بڑی آسانی سے اس موڑ کو عبور کر لیتے ہیں۔ اس موڑ سے سیکڑوں لوگ گزرتے ہیں اور یہ بوسیدہ اور جھکا ہوا درخت ان لوگوں کو سہارا دے کر حفاظت کے ساتھ وہاں سے گزرنے میں مدد دیتا ہے، مگر ان لوگوں پر بہت افسوس ہے جو دنیا میں رہ کر اپنے غرور کی وجہ سے لوگوں

کے کسی کام نہیں آتے اور جو ایک جھکی ہوئی ٹہنی کے منصب کے برابر بھی نہیں ہیں۔

سوال :6- درجِ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون تحریر کیجیے: (20)

(الف) دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ (ب) ماحولیاتی آلودگی

(ج) رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وأصحابه وسلم

(الف) دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ

جواب : ''دہشت گردی'' کو ڈرانے دھمکانے کا ایک منظم نظام یا سیاسی مفادات کے حصول کے لیے تشدد کے استعمال کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ لیکن آج کی دنیا میں اس لفظ نے وسیع معنی اختیار کر لیے ہیں۔ اب دہشت گرد بڑے پیمانے پر قتل و غارت، ڈاکہ زنی، اغواء برائے تاوان اور بدترین تشدد میں ملوث ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ کسی خاص ملک میں نہیں ہو رہا بلکہ دنیا کا تقریباً ہر ملک اس بھیانک صورتِ حال کا شکار ہے۔ دہشت گرد بغیر کسی روک ٹوک اور انصاف کے اصولوں کا خیال کئے اپنی ناپاک سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ یہ صورتِ حال انگریز فلسفی تھامس ہوبس کی یاد دلاتی ہے جس نے 1951ء میں انسانی زندگی کو ان الفاظ میں بیان کیا تھا ''نافن، ناعلم، نامعاشرہ اور بدترین بات یہ کہ متشددانہ موت کا متواتر خوف اور خطرہ، اس طرح کہ انسانی زندگی تنہا، افلاس زدہ، مکروہ، حیوانی اور مختصر ہو جائے۔''

کیا آج ہم ایسے ہی سیاسی اور سماجی ماحول میں نہیں جی رہے؟ پاکستان میں دہشت گردی خطرناک حد کو چھو رہی ہے۔ روزانہ اخبارات تشدد، قتل، بم دھماکوں، عصمت دری، بدعنوانی اور تشدد و ظلم کی خوفناک کہانیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ اب عوام نسل، ذات، قبیلہ اور برادری پر مبنی سیاسی گروہوں میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ قنوطیت، بے یقینی، یاس و افسردگی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ ملک کے بہت سے علاقے قانون کے دائرہ سے باہر ہو چکے ہیں۔ یہ خطرناک صورتِ حال مخلصانہ جائزہ اور فوری حل کی متقاضی ہے۔

کسی قابلِ عمل حل کو تلاش کرنے سے پہلے ہمیں تیزی سے اور بڑے پیمانے پر پھیلتی ہوئی اس برائی کی وجوہات کا جائزہ لینا چاہیے۔ پاکستان میں دہشت گردی کی تین بنیادی وجوہات ہیں: سیاسی، مذہبی اور معاشی۔ پاکستان کی آبادی کا 80 فیصد سے زیادہ حصہ ناخواندہ ہے۔ لوگ اچھے اور بُرے میں تفریق نہیں کر سکتے لہٰذا وہ جلد لالچ یا دبدبے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے خود غرض اور اقتدار کے بھوکے سیاست دان عوام کی سادگی اور بے وقوفی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ ان کے منہ میں ایسے نعرے ڈال دیتے ہیں۔ جن سے صرف وہ اپنے ذاتی مفادات حاصل کر سکتے ہیں۔ ان سے عوام یا ملک کو کوئی فائدہ

نہیں ہوتا۔ سیاسی جماعتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے صورتِ حال کو بدتر کر دیا ہے۔ لوگوں کو چھوٹے چھوٹے سیاسی، مذہبی اور علاقائی گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ انہیں زبان، فرقہ، برادری، ذات اور نسل جیسے چھوٹے چھوٹے تنازعوں میں اُلجھا کر ایک دوسرے سے لڑایا جا رہا ہے۔ یہی کھیل بعض نام نہاد مذہبی رہنما بھی کھیل رہے ہیں۔ وہ معصوم، مگر جاہل عوام کے مذہبی جذبات کو بھڑکاتے ہیں۔ فرقہ پرستی ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ ہر سال سینکڑوں لوگ مذہب کے نام نہاد ٹھیکیداروں کی تنگ نظری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ملک میں دہشت گردی کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ معاشی ناہمواری بھی ہے۔ بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی بے روزگاری اور مہنگائی نے نوجوان طبقہ کے ذہنی انتشار اور ناامیدی میں اضافہ کر دیا ہے۔ جوانی کی آمد اور تعلیم کی تکمیل اس کے اندر بہت سی خواہشات پیدا کر دیتی ہے۔ وہ جلد سے جلد معاشرے کا فعال حصہ بننا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنی، اپنے خاندان اور اپنے ملک کی خوشحالی کے لیے اپنی بہترین کاوشیں بروئے کار لا سکے۔ لیکن جونہی وہ کسی مناسب ملازمت کی تلاش میں نکلتا ہے اس کا سامنا بے روزگاری کے دیو سے ہوتا ہے۔ اس کے پاس متعلقہ حکام کی جیب بھرنے کے لیے پیسہ نہیں ہوتا اور نہ ہی سیاسی اثر ورسوخ ہوتا ہے۔ لہٰذا بے روزگاری کا داغ لیے وہ معاشرے کا ایک ناکارہ پرزہ بن جاتا ہے۔

آگ وخون کے اس بھیانک خواب کے خاتمہ کے لیے ہمیں پُرامن بقائے باہمی کے سنہری اصول پر چلنا ہوگا۔ ہمیں ایک دوسرے کے مسائل اور نقطۂ نظر کو سمجھنا چاہیے۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ تشدد سے مسائل کا زبردستی مگر عارضی حل تو ڈھونڈا جا سکتا ہے لیکن پائیدار امن اور سکون کے لیے باہمی بات چیت اور خلوص ہی ضروری ہیں۔ تشدد کبھی مسئلہ حل نہیں کرتا بلکہ خود وہ مسئلہ پیدا کرتا ہے جسے بظاہر وہ حل کرنا چاہتا ہے۔

(ب) ماحولیاتی آلودگی

جواب: صاف ستھرا ماحول صحت مند معاشرے کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ایک ماہرِ ماحولیات کا کہنا ہے "کہ آپ مجھے مناسب ماحول دے دیجیے اور پھر اسی کے حسبِ حال افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔" جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اور آبادی بڑھتی چلی گئی، انسان کا ماحول بھی پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں انسان کا ماحول آئے دن آلودہ تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور یہ آلودگی انسانی صحت پر بہت بُرے اثرات مرتب کرنے کا سبب بن رہی ہے۔ اس سے پیچیدہ بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ ایک طرف تو انسان ترقی کی منازل طے کر رہا ہے تو دوسری طرف اس کی یہ ترقی انسانیت کے لیے ایسے دقیق اور مضر اثرات مرتب کر رہی ہے کہ آج کا ماحول انسانیت کے علمبرداروں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

بہتر ہے مہ و مہر پہ ڈالو نہ کمندیں
انساں کی خبر لو کہ وہ دم توڑ رہا ہے

یہ آلودگی فضائی بھی ہے' آبی بھی اور زمینی بھی۔ اس آلودگی کے بڑے عوامل یہ ہیں: فضائی آلودگی کا سب سے بڑا سبب گاڑیوں اور کارخانوں کی چمنیوں سے نکلنے والا دھواں ہے۔ جس سے بہت سے ایسے زہریلے مادے خارج ہوتے ہیں جو انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس سے ناک' آنکھ' کان اور گلے کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ چنانچہ ایسے کارخانوں کے گرد و نواح میں رہنے والے زیادہ تر سانس کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی طرح فضائی آلودگی میں گاڑیوں کی تیز رفتاری سے اڑنے والا گرد و غبار بھی شامل ہے۔ اس گرد و غبار اور دھوئیں سے فضا ایسی آلودہ ہو جاتی ہے کہ جس سے سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

زمینی آلودگی انسان کے لیے سب سے زیادہ ضرر رساں ہے اور اس کی بڑی وجہ لوگوں کا احساسِ ذمہ داری سے ناآشنا ہونا ہے۔ جس کی بنا پر صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا اور گھروں کا کوڑا کرکٹ بلا حیل و حجت گلیوں میں پھینک دیا جاتا ہے' جو گل سڑ کر ماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح کارخانوں کی فاضل اشیا بھی ادھر ادھر پھینک دی جاتی ہیں جو ماحول کو آلودہ کرنے کا بڑا سبب بنتی ہیں۔ شہروں میں جا بجا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے رہتے ہیں جن سے اٹھنے والا تعفن' گیس اور بدبو گرد و پیش کے باشندوں اور راہگیروں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان سے نہایت مہلک اور خطرناک امراض جنم لیتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انسان نے چاند کو تو تسخیر کر لیا مگر اسے زمین پر رہنے کا سلیقہ نہ آیا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

ماحولیاتی آلودگی کے تدارک کے لیے سب سے ضروری اور اولین چیز تو یہ ہے کہ لوگوں کو ماحولیاتی آلودگی کے نقصانات' صحت و صفائی کی اہمیت و افادیت اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے طریقوں کی تربیت دی جائے۔ لوگوں میں سماجی شعور بیدار کیا جائے اور انھیں نجی اور ذاتی کی بجائے اجتماعی اور قومی فلاح و بہبود سے شناسا کیا جائے۔ انھیں اس بات کے لیے آمادہ کیا جائے کہ نہ صرف اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھیں' بلکہ گلی کوچوں اور گرد و پیش کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے دوسروں کی معاونت کریں' کیونکہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اس سے دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

ماحول کو آلودگی سے بچانے کا دوسرا اہم قدم مناسب اور موزوں شجر کاری ہے۔ درخت شور کو

جذب کرتے ہیں اور آکسیجن فضا میں شامل کرتے ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں۔ گویا کہ درخت فضا کو صاف کرنے کے کارخانے ہیں۔ شہروں میں بھی پارکوں اور سڑکوں کے کنارے شجرکاری کی جائے۔ پریشر ہارنوں اور پلاسٹک کے لفافوں پر پابندی عائد کی جائے۔ صفائی کی اہمیت اور افادیت اُجاگر کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً واک اور مذاکروں کا اہتمام کیا جائے۔ صحت مند معاشروں سے ہی صحت مند افراد جنم لیتے ہیں اور صحت مند افراد ہی صحت مند قوم تشکیل دیتے ہیں۔

(ج) میری پسندیدہ شخصیت / رحمت اللعالمین ﷺ

میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اگرچہ آپ ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رُسل بھیجے لیکن ان میں سے افضل ترین اور سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تکمیل فرما دی۔ حضور ﷺ کی نبوت قیامت تک تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لیے ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

آپ ﷺ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ ﷺ کا سلسلۂ نسب حضرت اسماعیلؑ سے جا ملتا ہے۔ آپ ﷺ عرب کے مشہور قبیلے قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب قبیلہ قریش کے سردار تھے۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہؓ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہؓ تھا۔ آپ ﷺ کے والد ماجد آپ ﷺ کی ولادت سے چھ ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔

پیدائش اور پرورش:

سرکارِ دوعالم ﷺ پیر کی صبح ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کا نام "محمد" ﷺ رکھا یعنی تعریف کیا ہوا۔ حضرت آمنہؓ نے آپ ﷺ کا نام "احمد" ﷺ رکھا یعنی تعریف کرنے والا۔ قرآن میں آپ ﷺ کو محمد ﷺ اور احمد ﷺ دونوں ناموں سے پکارا گیا ہے۔ پیدائش کے ساتویں روز آپ ﷺ کا عقیقہ کیا گیا۔ عرب قبیلہ کی رسم و رواج کے مطابق آپ ﷺ قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون حلیمہؓ کے پاس پانچ برس تک رہے۔

واپس آنے کے بعد آپ ﷺ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ رہنے لگے۔ جب آپ ﷺ

کی عمر مبارک چھ برس ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ انتقال کر گئیں۔ انھیں "ابواء" کے مقام پر دفن کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ اپنے دادا کے ساتھ رہنے لگے۔ جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ برس ہوئی تو دادا بھی وفات پا گئے۔ حضرت عبدالمطلب وفات سے قبل آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کے سپرد کر گئے۔

آپ ﷺ کی جوانی کا زمانہ بھی بہت پاکیزگی سے گزرا۔ آپ ﷺ کی بے داغ جوانی کے اپنے تو اپنے اغیار بھی گواہ ہیں۔

ے جوانی جب حیا کی گود میں بے داغ پلتی ہے
تو مشتِ خاک اک دن نور کے سانچے میں ڈھلتی ہے

اعلانِ نبوت:-

مختصر یہ کہ جب آپ ﷺ کی عمر چالیس برس ہوئی تو غارِ حرا میں سورہ علق کی پانچ آیتیں لے کر حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور آپ ﷺ کے ذمہ دو جہاں کی سرداری کا منصب سپرد کیا گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خدا کی توحید اور دینِ اسلام کی تبلیغ فرمائی تو لوگ سخت مخالف ہو گئے لیکن آپ ﷺ نے کسی مخالفت کی پرواہ نہ کی۔ جب کفار کے ظلم وستم حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ اہلِ مدینہ نے آپ ﷺ کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔

ے کوہِ فاراں سے وہ رحمت کا پیغمبر اُترا
دشتِ ظلمت میں اک نور کا پیکر اترا
ہر مسافر کو ملی منزلِ عرفان و یقین
بزمِ ہستی کا مدینے میں جو رہبر اُترا

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ عدل و انصاف، مساوات و اخوت کا سبق دیا۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن پر قائم رہ کر دنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

ے اے ہمیں راہِ صداقت پر چلانے والے
اے ہمیں قعرِ مذلت سے بچانے والے
اے غلاموں کو غلامی سے چھڑانے والے

نوعِ انسان کے مراتب کو بڑھانے والے
تیری تعلیم سے دنیا نے ضیاء پائی ہے
تجھ سے اس گلشنِ ہستی میں بہار آئی ہے

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے:۔

ہمارے آقائے نامدار دنیا کے وہ واحد انسان ہیں جو تمام مخلوق سے بڑھ کر اللّٰہ پاک کو عزیز ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت لازمی قرار دی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

"قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی"

ترجمہ:۔ ''اگر آپ اللّٰہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہیں تو میری اتباع کرو۔''

ترجمہ حدیث:۔ ''تم میں سے کوئی مومن کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اُسے اسکی جان اسکے ماں باپ اور اولاد سے اُسے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:۔

''میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: ایک ہے قرآن اور دوسری میری سنت۔''

اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ درودِ پاک پڑھنے سے ہمارے تمام مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے درود بھیجنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہماری دعا کے محتاج ہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہو تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے خزانۂ رحمت سے زیادہ سے زیادہ رحمت مخلوقات میں تقسیم ہو۔
آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت دین کی شرطِ اولین ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کے بغیر ہمارا ایمان نامکمل ہے

محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّلین ہے
اس میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد انصار و مہاجرین کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے سن 2 ہجری میں حق و باطل کا پہلا معرکہ لڑا، جس میں کفار کو شکست

ہوئی۔ آپ ﷺ نے 8 ہجری میں دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اور فتح حاصل کی۔ لیکن آپ ﷺ نے کسی سے انتقام نہ لیا۔

اس خلقِ مجسم کا بیاں کیسے ہو ممکن
پیش آتا ہو جو دشمن سے بھی خندہ جبیں سے

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جتنا لکھا اور جتنا بولا جائے، کم ہے ہمارے قلموں کی سیاہی ختم ہو سکتی ہے، ہمارے اوراق کم پڑ سکتے ہیں، مگر یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنے آقا ﷺ کی مدحت کو مکمل کر سکیں۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہء مختصر
بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ

سوال :7- والد کے نام خط لکھیے جس میں انھیں اپنی تعلیمی کارکردگی کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیجیے۔ (10)

جواب : کمرۂ امتحان
یکم ستمبر 2016ء

محترم والد صاحب!

اسلام علیکم!

امید ہے کہ آپ بالکل خیریت سے ہوں گے اور آپ کی صحت بھی بفضلِ خدا ٹھیک ہوگی۔ مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ آپ صرف ہم بہن بھائیوں کے بہتر مستقبل کے لیے وطن سے دور پردیس میں ملازمت کر رہے ہیں۔ تمام بہن بھائیوں میں بڑا ہونے کی حیثیت سے مجھے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا پوری طرح احساس ہے اور میں اپنی پڑھائی پر پوری توجہ دے رہا ہوں، لیکن بدقسمتی سے گذشتہ

دسمبر ٹیسٹ میں اپنا سابقہ ریکارڈ برقرار نہیں رکھ سکا جس کی اطلاع دینا میں آپ کو ضروری سمجھتا ہوں۔

مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں گذشتہ امتحان میں انگریزی اور اردو میں فیل ہو گیا ہوں۔ چونکہ یہ دونوں لازمی مضامین ہیں اس لیے ان میں فیل ہونا گویا پورے امتحان میں ناکام ہونا ہے' لیکن میری یہ ناکامی چند وجوہات کی بنا پر ہے جن کا اظہار میں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ اسے میری نالائقی' سستی اور کاہلی قرار نہ دیں۔ نومبر کے آخری ہفتے میں امتحان سے قریباً ایک ماہ قبل مجھے ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا۔ میں پندرہ دن شدید بخار میں مبتلا رہا۔ اس دوران ڈاکٹر صاحب نے مجھے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ بخار اترنے کے بعد کمزوری بہت زیادہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید پندرہ دن آرام کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ میں نے ان کی ہدایات پر پورا پورا عمل کیا تاکہ مکمل طور پر صحت یاب ہو جاؤں۔ اس دوران میں کالج سے طبی بنیادوں پر رخصت پر رہا۔ قدرے ٹھیک ہوا اور چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو کالج میں امتحان شروع ہو گئے۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ امتحان نہ دوں' لیکن بعد میں اس خیال سے کہ اس طرح میں غیر حاضر تصور کیا جاؤں گا' میں امتحان میں شریک ہو گیا۔ اس حالات میں جو نتیجہ آیا وہ عین توقع کے مطابق تھا۔ اب میری صحت اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہے اور میں نے باقاعدگی سے مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے امید ہے کہ میں سالانہ امتحان میں انشاءاللہ نمایاں کامیابی حاصل کروں گا۔

یہ سب کچھ میں نے آپ کی خدمت میں اس لیے لکھا ہے کہ آپ دسمبر ٹیسٹ میں میری ناکامی پر پریشان نہ ہوں۔ مجھے ہر لمحے آپ کی دعاؤں اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

گھر میں سب آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ اجازت دیجیے۔ خدا حافظ۔

آپ کا تابع فرماں

الف۔ب۔ج